بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ،

أَمَّا بَعْدُ:

74: آخرت کے دن پر ایمان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور آج کے درس میں ایک نئی فصل سے درس کا آغاز کرتے ہیں: ''الإيمان باليوم الآخر'' (آخرت کے دن پر ایمان)۔

ابھی تک جتنے دروس گزر چکے ہیں اُن کا تعلق ارکان ایمان کے سب سے پہلے رکن سے تھا: "الایمان باللہ"؛ اور پچھلے درس میں صرف ایک جملے میں یا دو جملوں میں: (۱) اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان۔ (۲) رسولوں پر ایمان۔ (۳) اور فرشتوں پر ایمان۔ ان تینوں پر ایمان کے تعلق سے بھی بات ہو گئی ہے۔ اور آج کی نشست میں ارکان ایمان کا جو پانچواں رکن ہے: ''الإيمان باليوم الآخر'' (آخرت کے دن پر ایمان)؛ اس کے تعلق سے کچھ چند اہم باتیں کرتے ہیں۔

شرح میں فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مصنف رحمہ اللہ نے (یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے) اب آخرت کے دن کے تعلق سے بات شروع کی ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقیدے کو بیان کیا ہے، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فصل'': باب باندھا ہے؛ ''ومن الإيمان باليوم الآخر'' (اور آخرت کے دن پر ایمان میں سے یہ ہے کہ) ''الإيمان بكل ما أخبر به النبي صلى الله عليه وسلم مما يكون بعد الموت'' (آخرت پر ایمان کا معنی یہ ہے کہ ہر اُس چیز پر ایمان رکھنا ہے جس کی خبر ہمیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے مرنے کے بعد)۔

ایک سوال ہے میرا اس سے پہلے کہ ہم آگے چلیں: ''الإيمان باليوم الآخر'' جیسا کہ اس کے ٹائٹل سے ظاہر ہے آخرت کے دن پر ایمان کا کیا معنی ہونا چاہیے؟ قیامت کے دن پر ایمان؛ اور یہاں پر شیخ الاسلام فرماتے ہیں "جو کچھ ہونے والا ہے مرنے کے بعد" دونوں میں کوئی فرق ہے تعریف میں یا ایک ہی بات ہے؟ جب ہم کہتے ہیں قیامت کے دن پر ایمان تو موت اور قبر کہاں ہے قیامت کے دن میں ہے یا اُس سے پہلے ہے؟

دیکھیں تعریف کتنی یعنی جیسے کہتے ہیں نا دقیق تعریف؛ کیونکہ آخرت کا دن جو ہے بعث کے بعد ہوگا جب وہ دوبارہ زندہ ہوں گے، اس سے پہلے کچھ اور مرحلے ہیں جن کا ذکر کرنا لازمی ہے جن کے دلائل بھی ہیں؛ اور بہت سارے لوگوں کو غلط فہمی بھی ہوئی ہے کہ یہ چیزیں اس میں شامل نہیں ہیں اور بعض تو قبر کے نعیم اور عذاب پر ایمان بھی نہیں رکھتے کہ ایمان تو آخرت کے دن پر ہے تو یہ تو اس کا ذکر ہی نہیں ہے!؛ اور بڑی تاویل پیش کرتے رہتے ہیں۔

تو یہ تعریف دقیق تعریف ہے اور اسی کو یاد ہمیشہ رکھیں آسان ہے۔

موت حقیقت ہے کافر کو بھی یقین ہے موت بھی اسی میں شامل ہے اس پر بات اس لیے نہیں کرتے کہ کافر کو بھی یقین ہے؛ موت کے بعد کا مرحلہ یعنی روح کا قبض ہونا کیسے روح قبض ہوتی ہے اس بات پر ایمان سے لے کر قبر پر ایمان، پھر صور کا پھونکنا، پھر آخرت کا دن جو ہے جس میں اور بہت ساری تفصیل ہے کہ میدان محشر ہے، اس کے بعد پھر حساب ہے، اس کے بعد پھر ترازو ہے، اور اس کے ساتھ حوض کوثر ہے، نامۂ اعمال، یہ ساری چیزیں جو ہیں پل صراط وغیرہ یہ سب اس میں شامل ہیں۔

اس لیے جب آپ کہتے ہیں نا: ''الايمان بكل ما أخبر به النبي صلى الله عليه وسلم مما يكون بعد الموت'' : اس میں سب چیزیں شامل ہو جاتی ہیں؛ جنت دوزخ کب ہے مرنے سے پہلے یا مرنے کے بعد؟ پل صراط کہاں پر ہے؟ حشر، نامۂ اعمال، ترازو، حوض کوثر، یہ سب چیزیں کہاں پر ہیں مرنے کے بعد ہیں نا؟ (سبحان اللہ) تو سب اس میں شامل ہیں، یہ ایک ہی جملے میں سب شامل ہو گیا ہے!

تفصیل میں دیکھیں گے یہ تیرہ کے قریب چیزیں بنتی ہیں تقریباً جن پر ایمان رکھنا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں حکم کیا ہے: ''حكم الايمان باليوم الآخر فريضة واجب'': فرض ہے (واجب ہے)؛ اور دین میں کیا مرتبہ ہے؟ کیا اہمیت ہے؟ ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور بہت جگہوں پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کو جوڑا ہے ایک ساتھ، اس کی حکمت یہ ہے کہ: ''الايمان بالمبدأ والايمان بالمعاد'' (ابتداء سے انتہا تک)؛ کیونکہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا یقیناً وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی نہیں رکھتا، کیونکہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کبھی عمل کرے گا نہیں۔ وہ عمل اسی لیے نہیں کرتا ہے کیونکہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اس کو آخرت میں جو جزاء ثواب وغیرہ ہے اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے ڈر ہوتا ہے عذاب کا یا کسی سزا کا۔

کیونکہ جب انسان یا مسلمان نیک عمل کرتا ہے یا برائی سے بچتا ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد میرا حساب ہونا ہے، جزاء ثواب، سزا، سب پر یقین ہوتا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اپنا عقیدہ درست کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کرتا ہے، لیکن اگر اس کا آخرت پر ایمان نہ ہو تو اس کی حالت کچھ ایسی ہوگی جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے سورۃ الجاثیہ آیت نمبر 24 میں ان لوگوں کے تعلق سے: ﴿وَقَالُوۡا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا يُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ﴾ (اُن لوگوں نے کہا (جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کی بات ہو رہی ہے) کہ ہماری زندگی جو ہے صرف یہی دنیاوی زندگی ہے ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں یہ وقت ہی ہلاک کر دیتا ہے (وقت کے ساتھ ساتھ ہم مر جاتے ہیں مٹ جاتے ہیں؛ سبحان اللہ))۔

اسے آخرت کا دن کیوں کہا گیا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): "وسمي اليوم الآخر باليوم الآخر؛ لأنه يوم لا يوم بعده؛ فهو آخر المراحل": کیونکہ اس دن کے بعد کوئی دن نہیں ہے (دو لفظ ہیں نا: یوم اور آخر) یوم دن کو کہتے ہیں، اور آخر اس کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی اور دن نہ ہو، ایک ہی دن میں فیصلہ ہوگا۔ (ایک ہی دن میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہم کریں گے سب ایک دن میں ہوگا؛ سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں:

جب بات مرحلے کی آئے گی کہ سب سے آخری مرحلہ ہے آخری مرحلے کا دن ہے، پھر فرماتے ہیں کہ انسان پانچ مراحل سے گزرتا ہے، انسان کی زندگی میں پانچ مرحلے ہیں):

(۱) پہلا ہے عدم کا مرحلہ؛ مرحلہ کہتے ہیں ٹائم پیریئڈ (Time period) کو، یا اسٹیج کو (جیسے ہم کہتے ہیں مختلف اسٹیجز، پانچ اسٹیجز (Stages) پانچ مرحلے ہیں؛ پہلا عدم کا ہے۔

(۲) دوسرا حمل کا ہے ماں کے پیٹ میں۔

(۳) تیسرا دنیا کا مرحلہ جس میں اس وقت ہم زندہ ہیں۔

(۴) چوتھا برزخ کا ہے جسے قبر بھی کہتے ہیں۔

(۵) اور پانچواں "الآخرة" آخرت کا مرحلہ (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا مرحلہ)۔

عدم کی دلیل (ان پانچ مراحل کی ذرا دلیل دیکھیں ان پانچ مراحل کی دلیل بھی ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الانسان آیت نمبر 1 میں: ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ (کیا انسان پر کچھ ایسا وقت بھی آیا اس کی زندگی میں (یعنی کوئی ایسا مرحلہ بھی آیا ہے)) ﴿لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ (جب اُس کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا)۔

یہ کون سا مرحلہ ہے جب ذکر نہیں تھا؟ عدم کا۔

عدم وجود ہوتا ہے: دیکھیں ہم بات کر رہے ہیں انسان کی انسان موجود ہے اور عدم معدوم ہے تو عدم کیسے وجود ہوا؟ اگر یہ آیت نہ ہوتی یہ دلیل نہ ہوتی تو پھر ممکن نہ ہوتا کیونکہ وجود اور عدم دونوں متضادات ہیں دونوں ایک وقت ایک ساتھ نہیں ہو سکتے: "لا يجتمعان، ولا يرتفعان": اگر ایک ہے تو دوسرا نہیں، دوسرا ہے تو پھر پہلا نہیں ہے؛ لیکن دیکھیں (سبحان اللہ) کہ کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا جس میں اس کا ﴿لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ جب اُس کا شیء مذکور نہیں تھا؟

انسان کی تخلیق نطفے سے ہوتی ہے اور نطفہ ماں باپ کا ہوتا ہے؛ یعنی انسان کا وجود نطفے کی شکل میں باپ میں بھی موجود ہے ماں میں بھی موجود ہے، ابھی ملے نہیں ہیں لیکن نطفہ موجود ہے، جب ملیں گے نطفہ جو ہے اس نطفے سے پھر انسان تخلیق ہوتی ہے ماں کے پیٹ کے اندر؛ پھر مرحلہ شروع ہوتا ہے ماں کے پیٹ کا مرحلہ (اگلا مرحلہ جو ہے)۔

تو ﴿لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ جو ہے حقیقت موجود ہے (جو اس کی بنیاد ہے نطفہ وہ موجود ہے) لیکن اس کے وجود کی حقیقت وہ موجود نہیں ہے اس لیے فرمایا: ﴿لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾: شیء مذکور نہیں تھا۔

سورۃ الحج آیت نمبر 5 میں دیکھیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾ (اے لوگو!) ﴿اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ﴾ (اگر تمہیں شک ہے شبہ ہے بعث میں (بعث کہتے ہیں دوبارہ زندہ ہونے کو)) ﴿فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ((یعنی اس حقیقت کو بھی جان لیں) ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے) ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ (پھر نطفے سے) ﴿ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ﴾ (پھر علقۃ سے (علقۃ کہتے ہیں جمے ہوئے خون کو)) ﴿ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ (پھر مضغہ سے (مضغہ کہتے ہیں جیسے بوٹی نہیں ہوتی جو چبائی جاتی ہے؛ مضغہ سے، چھوٹی سی) ﴿مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ ابھی تخلیق کے مرحلے میں داخل ہوا ہے مکمل تخلیق نہیں ہوئی (آدھے حصے میں تخلیق ہوئی ہے آدھے میں نہیں ہوئی ہے))۔

یہ سب کیوں بیان ہو رہا ہے؟ ﴿لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ﴾: تاکہ بات جو ہے واضح ہو جائے کہ حقیقت کیا ہے۔

تمہاری اپنی حقیقت کیا ہے، تمہاری اصل کیا ہے، تم کیسے وجود میں آئے ہو عدم سے؛ جو ربّ تمہیں عدم سے پیدا کر سکتا ہے وہ تمہیں دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟! کیا خیال ہے من باب اولیٰ ہے کہ نہیں؟! آپ ایک کام پہلی مرتبہ کرتے ہیں مشکل ہوتا ہے، ہم انسان کی بات کر رہے ہیں ناجب ایجادات انسان نے کی ہیں؟!

سب سے پہلا مشکل مرحلہ کون سا ہوتا ہے؟ جب پہلی مرتبہ آپ کوئی چیز ایجاد کرتے ہیں، اگلا مرحلہ جب دوبارہ اس کو بنانا پڑتا ہے آپ کو زیادہ مشکل ہوتی ہے زیادہ آسان ہوتا ہے؟

آپ دیکھ لیں موبائل فون ہمارے ہاتھ میں ہے جب نہیں تھے تو ریسرچ ہو رہی تھی کتنے بلینز آف ڈالرز (Billions of Dollars) خرچ کیے مشکل سے وجود میں آگیا، اب جو بن رہے ہیں آپ فیکٹریز (Factories) دیکھیں دنیا میں کتنی پروڈکشن ہو رہی ہے! آسان ہے کہ نہیں؟

اگلے الفاظ دیکھیں (سبحان اللہ): ﴿لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (اور ہم (ارحام جمع رحم ہے جو ماں کا رحم ہے) اس میں اس نطفے کو جو اس میں یہ تبدیلیاں ہو رہی ہیں تخلیق کے جو مرحلے ہیں اس پر قرار پاتے ہیں ﴿مَا نَشَآءُ﴾ جو ہم چاہتے ہیں ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ مقرر وقت تک) ﴿ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ (پھر ہم تمہیں بچے کی صورت میں باہر نکالتے ہیں) ﴿ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ﴾ (پھر تم مضبوطی کو پہنچتے ہو) ﴿وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ (تم میں سے کوئی پہلے مر جاتے ہیں اور کوئی عمر رسیدہ ہو جاتے ہیں) ﴿لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا﴾ (تاکہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے انجان ہو جائے)۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے کوئی چیز جانتا ہے؟ کچھ نہیں جانتا؛ جب انسان عمر رسیدہ زیادہ ہو جاتا ہے اس کے علم میں بھی پوری طاقت تھی وہ سب آہستہ آہستہ ختم، جسم کمزور، حافظہ کمزور، سب کچھ آہستہ آہستہ ختم، یہاں تک کہ ایسا مرحلہ بھی آتا ہے جب انسان اپنوں کو پہچان نہیں پاتا (سبحان اللہ) اتنی کمزوری ہو جاتی ہے!

یہاں تک کہ اسے یہ بھی نہیں پتہ ہوتا کہ اس نے کچھ کھایا ہے کہ نہیں کھایا ہے! اسے وقت کا پتہ نہیں ہوتا ڈس اورینٹیشن (Disorientation) سی ہو جاتی ہے دماغ آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتا ہے۔

﴿وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً﴾ (آپ دیکھتے ہیں زمین کو بالکل (ھامد) یعنی خاموش اور سید ھی) ﴿فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ﴾ (پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں) ﴿اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ﴾ (ہلتی ہے اور اس میں پودے نکلنا شروع ہوتے ہیں) ﴿وَأَنۢبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيجٍ﴾ (اور پھر اناج میں سے اور نباتات میں سے جو خوبصورت جوڑے ہیں وہ پھر پیدا ہو جاتے ہیں) (الحج:5)۔

دیکھیں (سبحان اللہ) ایک ہی آیت میں کتنے پیغامات ہیں!

یہ انسان جو بعث کا انکار کرتا ہے یا اس پر شک کرتا ہے کہ ہم دوبارہ زندہ ہوں گے کہ نہیں، اب اس آیت کے بعد وہ شک کر سکتا ہے؟! ایک تو اس کی اپنی تخلیق کیسے ہوئی ہے، اور پھر یہ جو نباتات ہیں یہ زمین دیکھ لیں آپ مردہ ہے (ضرب المثل بھی اس میں ہے، سبحان اللہ) کیونکہ بعث میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا مختلف انداز سے اللہ نے بیان فرمایا ہے تین بڑی باتیں ہیں:

(۱) خبر سے۔ (۲) قسم سے۔ (۳) ضرب المثل سے (یہ ضرب المثل ہے؛ مثال بیان کرنے سے)۔

اب کیا بہانہ رہ گیا ہے آپ کے پاس آپ نہیں مانتے؟!

(۱) ایک تو خبر ہے ناسید ھی، خبر سچی ہے ہمارا ایمان ہے۔

(۲) اچھا خبر پر یقین نہیں، قسم ہے۔

(۳) قسم پر بھی یقین نہیں ہے اچھا اس حقیقت کو کیا کرو گے یہ ضرب المثل تمہارے سامنے مثال ہے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو؟! زمین مردہ ہے خود بھی کہتے ہو زمین مردہ ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش آتی ہے یا پانی ہم دیتے ہیں اسی مردہ زمین سے زندہ پودے اُگتے ہیں وہ زندہ ہو جاتی ہے، ہم کہتے ہیں یہ زمین زندہ ہے؛ زمین کی زندگی کس چیز سے ہے؟ اس کی زرخیزی سے (سبحان اللہ)، یہ ضرب المثل ہے۔

یہ پہلا ہے۔

دوسرا مرحلہ ہے: "مرحلة الحمل" (حمل کا مرحلہ): اللہ تعالیٰ کا ارشاد اسی آیت میں بھی ہے جو گزر چکی ہے سورۃ الحج کی آیت نمبر 5 میں لیکن الگ سے بھی سورۃ الزمر آیت نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ﴾ (اللہ تعالیٰ تمہیں پیدا کرتا ہے تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں) ﴿خَلْقًا مِّنۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَٰتٍ ثَلَٰثٍ﴾: ﴿خَلْقًا مِّنۢ بَعْدِ خَلْقٍ﴾ مختلف خلق کے مراحل "نطفہ، علقہ، مضغہ" جیسے بیان ہوا ہے، ﴿فِي ظُلُمَٰتٍ ثَلَٰثٍ﴾ تین اندھیروں میں)۔ سبحان اللہ؛ إلي آخر الآية۔

اب یہ مرحلہ بھی جب ہم دیکھتے ہیں ''مرحلة الحمل'' یہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے؛ حاملہ عورت ہم دیکھتے ہیں بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا انکار کوئی کر نہیں سکتا۔

تیسرا مرحلہ: ''مرحلة الدنيا'' (دنیا کی زندگی کا مرحلہ): اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ (النحل:78)۔

﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نکالا ہے تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے) ﴿لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا﴾ ((حالت کیا ہے تمہاری؟) کچھ نہیں جانتے) ﴿وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ﴾ (اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں ﴿السَّمْعَ﴾ سننا، ﴿الْاَبْصَارَ﴾ دیکھنا، ﴿الْاَفْـِٕدَةَ﴾ دل (یعنی دل اور دماغ سے سمجھنا)) ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (تاکہ تم شکر کرنے والے بنو)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اور یہ جو مرحلے ہیں انہی مرحلوں کی بنیاد پر ہے خوش بختی اور بد بختی (جو دنیا کا مرحلہ ہے جس سے انسان گزرتا ہے اسی سے تعلق ہے خوش بختی کا یا بد بختی کا) اور یہ جگہ ہے یہ دنیا جو ہے امتحان کی اور آزمائش کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝﴾ (تبارک:2)۔

جس نے پیدا کیا ہے موت کو اور زندگی کو کیوں پیدا کیا ہے ذرا غور کریں (سبحان اللہ): ﴿لِيَبْلُوَكُمْ﴾ (تاکہ تمہیں آزمائے تمہارا امتحان لے)۔ کیا امتحان ہے؟ ﴿اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (تم میں سے (عمل کرنے والا نہیں صرف عمل نہیں ہے مطالبہ ہم سے صرف عمل کا نہیں ہے بلکہ ﴿اَحْسَنُ عَمَلًا﴾) سب سے اچھا عمل کون کرنے والا ہے یا کون کرتا ہے) ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ (اور وہ عزت والا غالب ہے اور خوب مغفرت کرنے والا ہے)۔

لوگ دو قسم میں بٹ جاتے ہیں:

(۱) کچھ اس آزمائش میں ناکام ہو جاتے ہیں (نعوذ باللہ) تو اللہ تعالیٰ عزیز ہے پکڑ بہت سخت ہے غالب ہے۔

(۲) اور جو کامیاب ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے غفور ہے (سبحان اللہ)۔

اور پھر دیکھیں موت کو جو زندگی سے پہلے مقدم ہے: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾: موت پہلے ہے یا زندگی پہلے ہے؟ موت میں بھی ہمارا آزمانا ہوتا ہے، موت میں بھی ہمارے لیے آزمائش ہے مرنے والے کے لیے بھی اور اس کے پیاروں کے

لیے بھی دوست احباب کے لیے بھی، زندگی کی آزمائشیں تو بہت ہیں انسان گزرتا رہتا ہے جھیلتا رہتا ہے سب سے بڑی مصیبت موت کی مصیبت ہوتی ہے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں اکثر لوگوں کے! (اللہ سب پر رحم فرمائے)۔

یہ بھی آزمائش ہے تاکہ انسان کو پتہ چلے کہ مصیبتوں پر صبر یا ان کا حق ادا کرنا (صبر کا حق ادا کرنا) جو صرف زندگی میں نہیں ہوتا بلکہ موت کے وقت بھی ہوتا ہے، اور پھر مرنے سے جو آخرت کا مرحلہ ہے وہ بھی شامل ہو جاتا ہے، جیسے موت یقین ہے تو اس کے بعد کے مرحلے پر بھی تمہیں یقین رکھنا ہے۔

چوتھا مرحلہ ہے: ''مرحلة البرزخ''؛ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ المؤمنون آیت نمبر 100 میں: ﴿وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (جب انسان مر جاتا ہے تو پھر اس کے پیچھے جو ہے برزخ کا مرحلہ ہے (کب تک ہے؟) ﴿إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ جب تک کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوتے)۔

موت ہے، موت کے بعد برزخ ہے، پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے؛ مطلب کیا ہے موت کے بعد زندگی، پھر زندگی؟! موت ہے نا۔

دیکھیں زندگی ہے: پہلے عدم ہے، نہیں ہے کچھ نہیں ہے موت ہے، زندگی ہے پھر موت ہے، پھر زندگی ہے۔

موت دنیا سے چلے جانا، قبر میں برزخ میں زندگی ہے یا موت ہے؟ زندہ ہے۔

تو پھر بعث میں دوبارہ زندہ کیسے ہوگا؟ یہی تو بات ہم سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ پانچ مرحلے کون سے ہیں۔

جب صور پھونکا جائے گا تو مرحلہ یہ زندگی کا مرحلہ جو ہے، ایک یہ برزخ جو ختم ہو جائے گی جب ختم ہوگی تو پھر اگلے مرحلے کے لیے انسان منتقل ہو جاتا ہے، صور پھونکا جائے پھر قبر سے دوبارہ لوگ زندہ ہو کر نکلیں گے سارے۔ یہ مرحلے ہیں۔

یہ مرحلہ برزخ کا آخرت کے ساتھ؛ جب برزخ کا معاملہ ہے آخرت کے ساتھ کیسے جڑا ہوا ہے کیا فرق ہے؟ یہ نہیں کہ انسان مر گیا تو مر گیا قبر میں پھر وہ کیا کر رہا ہے؟! برزخی زندگی تو گئی نا پھر! اگر مرنے کے بعد صرف قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا ہے تو پھر بیچ میں برزخ کہاں ہے؟! یہیں پر اُن کو غلط فہمی ہوئی ہے، وہ کہتے ہیں: "برزخ کا مرحلہ عدم ہے برزخ تو ہے ہی نہیں کچھ": موت ہے پھر دوبارہ زندگی ہے یہاں پر غلط فہمی ہوئی ہے۔ "موت" انسان جب مرتا ہے منتقل ہو جاتا ہے دنیا کی زندگی سے برزخ کی زندگی کی طرف دنیا ہے اس میں؟ نہیں، ختم ہے برزخ ہے، جب صور پھونکا جائے گا انسان دوبارہ زندہ ہوگا تو پھر برزخی کی زندگی ختم ہو جاتی ہے (آخرت کی زندگی شروع برزخ کی ختم یہ فرق ہے)۔

اس کے بعد ہے پھر پانچواں: "آخرت کا مرحلہ" اور یہی مرحلہ جو ہے انجام کن مرحلہ جسے کہتے ہیں، اور اس مکمل سفر کا آخری مرحلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ المؤمنون آیت نمبر 15 اور 16 میں: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ ۝۱۵﴾ (پھر یقیناً اس کے بعد تم سب مرنے والے ہو) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ۝۱۶﴾ (پھر یقیناً تم سب قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو گے)۔

﴿بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ﴾: کیا ﴿بَعۡدَ ذٰلِكَ﴾؟ جو مرحلے گزر چکے ہیں پھر موت آئے گی پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول: "الإيمانُ بكلِّ ما أخبَرَ بهِ النبيُّ صلى الله عليه وسلم مِمَّا يَكُونُ بَعْدَ المَوْتِ" (ہر اس چیز پر ایمان جس کی خبر دی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہونے والا ہے مرنے کے بعد): یہ سب داخل ہے آخرت پر ایمان میں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: جب شخص مر جاتا ہے تو وہ آخرت کے دن میں داخل ہو جاتا ہے اس لیے یہ کہا جاتا ہے جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے، تو جو کچھ بھی مرنے کے بعد ہے وہ سب آخرت کے دن میں شامل ہے۔

موت کو قیامت صغریٰ بھی کہتے ہیں "چھوٹی قیامت" اور یہ آخرت کا سب سے پہلا مرحلہ ہے موت کا مرحلہ۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک مختصر موعظہ بڑا پیارا ہے سنیں ذرا، فرماتے ہیں:

"آخرت کا دن ہمارے کتنا قریب ہے، ہمارے اور اس دن کے بیچ میں صرف موت ہے، جب انسان مر جاتا ہے تو پھر وہ آخرت کے دن میں داخل ہو جاتا ہے اور جس دن صرف جزاء اور حساب باقی رہ جاتا ہے، اس لیے ہمیں خبردار رہنا چاہیے اس بات کے تعلق سے، ذرا سوچے انسان کہ آپ کتنے بڑے خطرے میں ہیں کیونکہ موت کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے کب آئے گی ممکن ہے کہ انسان اپنے گھر سے باہر نکلے واپس نہ آسکے، یا انسان اپنے آفس کی کرسی پر بیٹھتا ہے اس سے اٹھ نہیں سکتا، اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ انسان اپنے بستر پر سو جائے لیکن پھر وہ اس کا آخری سونا ہو اور اس بستر سے اٹھا کر اسے غسل کے لیے تیار کیا جاتا ہے، اور اس بات سے ہم پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ ہم اس موقعے سے فائدہ اٹھائیں (یعنی جو زندگی کے لمحات ہم جی رہے ہیں) اسے غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھائیں اور توبہ کریں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، اور جب یہ انسان ہمیشہ یہ شعور رکھتا ہے اور اس کی فکر اسے لگتی ہے کہ اسے توبہ کرنی چاہیے اور وہ توبہ کرتا رہتا ہے اور ربّ کی طرف واپس پلٹتا رہتا ہے انابت کرتا رہتا ہے تو پھر اسے موت بھی ایسی حالت میں آئے گی کہ وہ خیر پر ہو گا"۔ (ان شاء اللہ)۔ حقیقت ہے کہ نہیں؟!

دیکھیں جسے مرنے کی فکر ہوتی ہے اور حساب اور کتاب کی فکر ہوتی ہے تو موت کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔

میں نے پچھلے درس میں ایک سوال کیا تھا کہ موت کی تیاری کیسے ہوتی ہے؟ مرنے کی تیاری کیسے ہوتی ہے؟ ایک لفظ میں حقوق کی ادائیگی میں۔

اس سے کیا مراد ہے حقوق کی ادائیگی؟ آپ یہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کے حق سے لے کر تمام مخلوقات کا حق، یہاں تک کہ اگر آپ کے گھر میں جانور ہے اس کو آپ نے پالنا ہے اس کا حق بھی اس میں شامل ہے، لاإلہ إلا اللہ سے لے کی ادنی سی چیز جو آپ پر حق رکھتی ہے یہ تمام اس میں شامل ہیں جس میں قرض کی ادائیگی بھی شامل ہے (کئی لوگ اس سے غافل بھی ہو جاتے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہے) وہ بھی حق ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے اس شخص کا جنازہ پڑھنے سے انکار کیوں کیا جس شخص کے اوپر صرف دو دینار قرض تھا؟ کیا وجہ ہے کیا وہ کافر تھا نعوذ باللہ؟ ہر گز نہیں! یہ اتنا بڑا جرم تھا!

دیکھیں ذرا مرنے والا ہے کون؟ صحابی ہے کتنا بڑا درجہ ہے! جب ہم صحابی کہتے ہیں تو بڑا شرف ہے، اعزاز ہے واللہ! لیکن دنیا کی تنگی یا کسی وجہ سے بھی قرض لینا پڑا قرض لے لیا ہے لیکن ادائیگی نہیں ہو سکی، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ اس شخص پر قرض ہے ادائیگی نہیں ہو سکی، فرمایا: ''صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ'' (آپ نماز پڑھو)، صحابہ کو منع نہیں کیا؛ تو ایک صحابی نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ذمے ہے اس کا قرض آپ نماز پڑھیے۔

دیکھیں بھائی چارگی کو دیکھیں آپ کہ اگرچہ کوئی اور صحابی پڑھ لیتا نماز جنازہ لیکن دو دینار کی وجہ سے اس صحابی کا نماز جنازہ کوئی اور پڑھائے اور وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اور وہ اس خیر سے محروم ہو جائے تو "میرے ذمہ ہے"؛ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھا دی؛ فجر کی آذان کے بعد فجر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہاں ہے جس نے ذمہ لیا ہے کیا ادائیگی کی ہے قرض کی کہ نہیں؟

دیکھیں اہمیت دیکھیں آپ ذرا! اگلا دن بھی ہو سکتا تھا بعد میں بھی ہو سکتا تھا مہلت ہوتی تھی نا! آج جنازہ پڑھا ہے کل فجر کی نماز کے بعد، ظہر عصر بھی نہیں، پورا دن گزرا بھی نہیں ہے، یعنی آپ نے جب ذمہ لیا ہے تو اس وقت سے لے کر فجر تک آپ نے ابھی تک قرض کی ادائیگی کی ہے کہ نہیں کی ہے؟

کیونکہ جو صاحب الحق ہے اس کے حق کی ادائیگی میں دیر نہیں کرنی چاہیے؛ اور یہ خیر کا دروازہ ہے لوگ قرض دیتے ہیں اچھے لوگ ہیں دل کے اچھے ہیں مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن جانتے ہیں یہ اچھے لوگ کب رُک جاتے ہیں اس خیر سے؟ یا رُکنے کا سبب کوئی اور بن جاتا ہے اور یہ بے چارے خیر سے رُک جاتے ہیں! کہتے ہیں: "لوگ واپس ہی نہیں کرتے دیتے تو ہیں" (سبحان اللہ)؛ تو اس لیے یہ بھی اس میں شامل ہے۔

بعض لوگ ہیں کہتے ہیں بڑے نمازی ہیں: "اللہ غفور الرحیم ہے"۔

بے شک اللہ غفور الرحیم ہے کس نے کہا ہے کہ اللہ غفور الرحیم نہیں ہے؟! لیکن یہ کس نے کہا ہے کہ آپ قرض کی ادائیگی کر بھی سکتے ہیں نہیں بھی کرتے ہیں تسویف کرتے رہتے ہیں؟! وقت گزر جاتا ہے موت اچانک سامنے آجاتی ہے پھر انسان کچھ کر بھی نہیں پاتا!

دیکھیں انسان کی زندگی کے جو معاملات ہیں یہ "جھنجھٹیں" ختم نہیں ہونے والی! وقت کے ساتھ ساتھ انسان کی ضروریات بھی بڑھتی رہتی ہیں۔

دیکھیں شادی سے پہلے کیا خرچہ ہے آپ کا؟ کتنا ہے؟ شادی کے بعد کتنا ہو جاتا ہے؟ یقیناً زیادہ ہے کہ نہیں؟ دُگنا نہ کریں آپ کچھ زیادہ کر دیں: (۱) بچہ پیدا ہو گیا کم یا زیادہ؟ (۲) دو بچے اور زیادہ۔ (۳) زیادہ بچے اور زیادہ۔ یہی ہوتا ہے نا؟!

تو انسان اپنا ایک طریقہ اور راستہ بنالے کہ قرض یا تو لینا نہیں ہے، اگر ضرورت پڑ جائے تو جائز ہے لینا بلکہ جو قرض دینے والا ہے اُس کے لیے یہی خوشخبری کافی ہے کہ قرض دینے والے کو اُس قرض کا آدھا جو ہے صدقہ اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے کہ اُس نے صدقہ دیا ہے۔

آپ نے ہزار (1000) صدقے میں دیا پانچ سو (500) صدقے میں ہو گیا آپ کا جبکہ آپ کو واپس کتنا ملے گا؟ پورا ملے گا (سبحان اللہ)، کتنا خیر ہے!

آپ نے دس ہزار (10,000) دیئے ہیں پانچ ہزار (5000) کیا ہے؟ سوچ سکتے ہیں کہ پانچ ہزار صدقے میں کسی کو دیا ہے؟! یوں ہاتھ کانپتے ہیں! (اِلَّا من رحم اللہ سبحانہ و تعالیٰ)؛ ایسا ہوتا ہے نا؟! آپ کے نامۂ اعمال میں پانچ ہزار (5000) کا صدقہ لکھ دیا گیا ہے کہ اس بندے نے پانچ ہزار کا صدقہ دیا ہے، واپس آپ نے دس ہزار پورے لیے ہیں۔ پانچ ہزار کا نقصان ہوا ہے آپ کو؟! (سبحان اللہ) کتنا کرم ہے اللہ تعالیٰ کا!

تو اس لیے دینے والا بھی کنجوسی نہ کرے جو دے سکتے ہیں وہ دیں بشر طیکہ اللہ تعالیٰ کے لیے دیں، اگر آپ کو اس صدقے کا اُجر چاہیے تو اللہ تعالیٰ کے لیے دیں، جو اللہ تعالیٰ کے لیے دیتے ہیں پھر وہ ہاتھ تنگ بھی نہیں کرتے دل کو بڑا رکھتے ہیں اور اپنے بھائی کے لیے دعا بھی کرتے رہتے ہیں؛ بہت بڑی بات ہے یاد رکھنا!

جو بھائی آپ سے قرض لیتا ہے اُسے تنگی ہوتی ہے اس لیے قرض لیتا ہے (ضرورت ہوتی ہے اسے)، آپ جب قرض دیں اسے اس کے لیے دعا بھی کیا کریں؛ اور ایک خاص فرشتہ اللہ تعالیٰ مقرر کر دے گا جو کہے گا "آمین" کہ اے اللہ تعالیٰ اس کی تنگی بھی دور کر دے۔

آپ کو کیا پتہ کہ آپ کی کون سی تنگی کب، کیسے دور ہوتی ہے؟! پتہ ہے آپ کو؟!

دیکھیں مسئلہ، تنگی صرف پیسوں کا نہیں ہوتا، انسان کی زندگی میں بعض اوقات پیسہ ہوتا ہے لیکن کسی اور جگہ پر تنگی ہوتی ہے وہ ختم نہیں ہوتی، اس میں سوچتا رہتا ہے کہ یہاں پر یہ تنگی کیسے ختم ہو گی؟! وہ کسی کو صدقہ دیتا ہے اس کے لیے دعا بھی کرتا ہے، پیسے کے ساتھ دعا بہت بڑی بات ہے کہ "اللہ تعالیٰ! میرے اس بھائی کی تنگی آسان کر دے مشکل آسان کر دے"؛ دل سے دعا نکلتی ہے فرشتہ آمین کہتا ہے تنگی آپ کی دور ہو جاتی ہے، آپ کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کہاں سے کیسے ہو گیا ہے یہ! کر کے دیکھیں ذرا (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "فيُؤمِنونَ بفتنةِ القَبرِ وبعَذابِ القَبرِ ونَعيمِه"۔

موت کی بات ہو چکی ہے اب بات ہو رہی ہے قبر کے فتنے اور قبر کے عذاب اور ثواب کے تعلق سے:

"فيُؤمِنونَ" (ایمان رکھتے ہیں)۔ کون ایمان رکھتے ہیں؟ کس کی بات ہو رہی ہے؟ شروع سے میں نے کہا ہے "اہل السنۃ والجماعۃ" جن کا ہم عقیدہ بیان کر رہے ہیں؛ اہل بدعت ایسے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے اس لیے "فيُؤمِنونَ" میں کون شامل ہیں؟ یا کون مراد ہیں؟ "اہل السنۃ والجماعۃ"۔

"بفتنةِ القَبرِ" ((فتنہ کہتے ہیں آزمائش کو) قبر کے فتنے پر ایمان رکھتے ہیں)۔

"وبعَذابِ القَبرِ ونَعيمِه" (اور قبر کا عذاب اور قبر کا نعیم)۔

تین چیزیں ہیں یاد رکھیں: قبر کے تعلق سے تین چیزیں ہیں کون سی ہیں؟ (۱) الایمان بفتنۃ القبر ۔ (۲) عذاب القبر۔ (۳) نعیم القبر۔

فتنے سے مراد (شیخ صاحب فرماتے ہیں) آزمائش ہے امتحان ہے، اور اس سے مراد میت سے جو سوال کیے جاتے ہیں مرنے کے بعد جب اسے دفن کیا جاتا ہے قبر میں، اس کے ربّ کے تعلق سے اس کے دین کے تعلق سے اور اس کے نبی کے تعلق سے (علیہ الصلاۃ والسلام)۔

اور "يُؤْمِنونَ": جیسے میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ ضمیر جو ہے وہ واپس پلٹتا ہے اہل سنت والجماعت کی طرف، اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ ایمان رکھتے ہیں قبر کے فتنے اور آزمائش پر۔ کیوں ایمان رکھتے ہیں اہل سنت والجماعت؟ کیونکہ اس کی دلیل موجود ہے کتاب اور سنت میں (کتاب میں، قرآن مجید میں)۔

اب ہم دلائل بیان کر رہے ہیں قبر کے فتنے، اور عذاب اور نعیم کے تعلق سے؛ اہل سنت والجماعت کیوں ایمان رکھتے ہیں؟ کیونکہ اس کی دلیل موجود ہے قرآن اور سنت میں۔

تو قرآن مجید میں سے جو دلائل ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ ابراہیم آیت نمبر 27 میں: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ إلي آخر الآية۔

اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے (ثابت قدمی عطا فرماتا ہے) کن لوگوں کو؟ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (ایمان والوں کو) ﴿بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ثابت قول سے) ﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (دنیا میں) ﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (اور آخرت میں)۔

یہ جو آیت ہے اس کا تعلق ہے "في فتنة القبر" (قبر کی آزمائش اور فتنے کے تعلق سے)، اس کی دلیل "كما ثبت في: الصحيحين" (جیسا کہ صحیح بخاری مسلم میں حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے کہ اس سے مراد فتنۃ القبر ہے)۔

سنت میں جو دلائل ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) بہت زیادہ ہیں کہ انسان کی آزمائش ہو گی قبر میں (امتحان ہو گا) اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اس فتنے کے تعلق سے جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں آیا ہے (صحیح بخاری، مسلم میں): "إنه قد أُوحِيَ إليَّ" (مجھ پر وحی کی گئی ہے) "أنَّكم تُفتَنُونَ في قُبورِكم" (کہ تمہاری آزمائش ہو گی تمہارا امتحان ہو گا قبروں میں (تمہاری قبروں میں)) "مِثلَ (أو قريبًا من) فِتنةِ الدَّجالِ" (دجال کے فتنے کے مثل، یا اس سے قریب فتنہ ہو گا قبر میں)۔

واضح الفاظ ہیں: "تُفتَنُونَ في قُبورِكم": قبر میں امتحان ہو گا آزمائش ہو گی۔

اور ہم سب جانتے ہیں (شیخ صاحب فرماتے ہیں) جو دجال کا فتنہ ہے سب سے عظیم سب سے بڑا فتنہ ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا ہے قیامت تک سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہے؛ یہ ذکر صحیح مسلم میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ'' (سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی تخلیق سے لے کر قیامت تک دجال کے فتنے سے کوئی بڑھ کر فتنہ نہیں ہے (سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہے))۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ کس طریقے سے دجال کے فتنے سے ہم نے نمٹنا ہے، اور ہمیں یہ بھی تعلیم یہ بھی خبر دی ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دجال کے کیا اوصاف ہیں کیسے پہچانا جا سکتا ہے یہاں تک کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں (اتنا دقیق وصف ہے دجال کا صحیح احادیث میں) اور ان اوصاف کو دیکھ کر ہم پہچان بھی سکتے ہیں اور مقابلہ بھی کر سکتے ہیں (یعنی اس فتنے کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں)۔

جب آپ پہچان لیں گے تو پھر معاملہ آسان ہو جاتا ہے، معاملہ اس کے لیے مسئلہ ہوتا ہے جو پہچان نہیں سکتے جو علم نہیں رکھتے یا جن کا ایمان کمزور ہو۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ہم یہ بات اس لیے کر رہے ہیں کہ دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہاری بھی آزمائش ہو گی تمہاری قبروں میں دجال کے فتنے کے قریب یا مثل۔

تو دجال کا فتنہ جب ثابت ہے تو پھر قبر کا فتنہ کیوں ثابت نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے؟!

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ کتنا بڑا فتنہ ہے کہ انسان جو ہے قبر میں اس سے سوال کیا جاتا ہے اور اسے آزمایا جاتا ہے جبکہ اگر وہ جواب نہ دے سکے یا اگر وہ صحیح جواب دینا چاہتا ہے تو صرف ایک ہی راستہ ہے اس کا کہ وہ صحیح اور مضبوط عقیدے کی بنیاد پر ہو اور عمل صالح پر ہو۔

دیکھیں مسیح الدجال کا فتنہ ہو یا قبر کا فتنہ ہو وہاں پر ایک چیز کام کرے گی آپ کی یہ دنیا کی ٹیکنالوجی (Technology) کام نہیں آئے گی وہاں پر دنیا میں جتنا آپ نے علم حاصل کیا ہے کوئی کام نہیں آئے گا، آپ کا ایمان ہے اور عمل صالح ہے جتنا زیادہ مضبوط

ایمان ہو گا اتنا ہی ان بڑے فتنوں کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں اور آپ کامیاب بھی ہو سکتے ہیں، جتنا آپ کا ایمان اور عمل صالح کمزور ہو گا اتنا ہی آپ ناکامی کے زیادہ قریب ہوں گے (اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے؛ آمین)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ جملہ کا: ''فأمّا الفِتنةُ: فإنَّ النَّاسَ يُفتَنونَ في قُبورِهم''(فتنے سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جائیں گے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اب یہاں سے میت کا جو فتنہ ہوتا ہے جو آزمائش ہوتی ہے قبر میں اس کا آغاز کیا ہے: ''النَّاسَ'': لوگوں سے مراد دیکھیں جملہ کیا ہے؟ ''فأمّا الفِتنةُ: فإنَّ النَّاسَ يُفتَنونَ في قُبورِهم'': جو فتنے کی بات آزمائش کی ہم کرتے ہیں قبر کے تعلق سے تو لوگوں کو ان کی قبروں میں آزمایا جائے گا تو لوگوں سے کیا مراد ہے؟

بڑی پیاری علمی بات ہے شاید آپ نے کبھی سنی نہیں ہو گی: کیا سب آزمائے جائیں گے؟ یہ سوال سب سے ہوں گے؟ ''النَّاسَ'' میں لفظ عام ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''كلمة "الناس" عامة''(عام ہے)؛ اور مصنف کے ظاہر کلام میں یہ نظر آتا ہے کہ اس میں سب شامل ہیں یہاں تک کہ انبیاء، صدیقین، شہداء، مرابطین (جو چوکیداری کرتے ہیں مسلمانوں کے ملکوں کے بارڈر پر) اور غیر مکلف چھوٹے بچے اور پاگل بھی شامل ہیں کہ ان کو بھی ان کی قبروں میں آزمایا جائے گا ظاہر یہ لگتا ہے لفظ سے لیکن اس میں تفصیل ہے۔

دیکھیں: ''النَّاسَ يُفتَنونَ في قُبورِهم'': ایسا ہے نا؟ اب علمی بات دیکھیں ذرا کہ کیا سب لوگ شامل ہیں؟ یا قبر کی آزمائش اور سوال (آزمائش اور جو سوال کریں گے تفصیل آگے آئے گی منکر نکیر کا ابھی آگے آئے گا، فرشتے آئیں گے کہ کیا ان کی صفات ہیں کیسے فرشتے ہوں گے اور پھر کیا انہوں نے پوچھنا ہے دیکھیں اسے کہتے ہیں آزمائش، امتحان) یہ جو امتحان ہے سب سے لیا جائے گا قبر میں ہر مرنے والے انسان سے یا کچھ ایکسیپشنز (Exceptions) بھی ہیں؟ اگر ہیں تو دلیل کیا ہے سوال یہ ہے؟

کمال اس میں نہیں ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ ہے یا نہیں، کمال اس میں ہے کہ دلیل ہونی چاہیے نا کیونکہ لفظ تو عام ہے سب کے لیے ہے؛ انسان مرتا ہے اور قبر میں اس کا امتحان ہوتا ہے آپ کہتے ہیں کہ نہیں! اب فلاں اور فلاں یہ اس قسم کے جو لوگ ہیں انسان ہیں ان سے سوال نہیں ہو گا یا آزمائش نہیں ہو گی، تو آیئے دیکھتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''وفي هذا تفصيل''(اس میں تفصیل ہے) ''فنقول'':

1-''الأنبياء؛ فلا تشملهم الفتنة'': فتنے میں شامل نہیں ہیں، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو قبر میں آزمایا نہیں جائے گا۔

کیوں وجہ کیا ہے؟"وذلك لوجهين": دلیل دیکھیں اس کی دو وجوہات ہیں:

(۱) پہلی وجہ: "أن الأنبياء أفضل من الشهداء": انبیاء کا درجہ شہداء سے افضل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے شہید کے تعلق سے کہ قبر کے فتنے سے اُسے بچایا جائے گا: "وَقَالَ: كَفَى بِبَارِقَةِ السيوف عَلَى رَأسه فِتنَة": أخرجه النسائي وصححه الباني: "كَفَى بِبَارِقَةِ السيوف" (کافی ہے آزمائش کے لیے "بِبَارِقَةِ السيوف" جو چمک ہوتی ہے نا تلواروں کی اس کے سر پر یہ کافی فتنہ ہے)۔

یعنی وہ ڈٹا رہا ہے میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں یہاں تک کہ اس تلوار نے اس کے ٹکڑے کر دیئے وہ اللہ کے راستے میں مر گیا ہے اس کے قدم ڈگمگائے نہیں تو کیا یہ اس کے لیے آزمائش کے لیے کافی نہیں ہے؟! اور کیا اس سے آزمائش لی جائے کہ بندہ ایمان پر مرا ہے؟!

تو شہداء جو ہیں (شہید جو ہیں) وہ آزمائش سے بچیں گے، اور انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کا درجہ شہداء سے افضل ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شہید ہیں جو انبیاء سے کم درجے میں ہیں ان کو تو نہیں آزمایا جائے گا قبر میں لیکن انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کو آزمایا جائے گا قبر میں؟! ممکن نہیں ہے!

(۲) دوسری بات جو اس سے بڑی دلیل ہے (سبحان اللہ) یہ ہے کہ: "أن الأنبياء يسأل عنهم": انبیاء (علیہم الصلاۃ والسلام) کے بارے میں سوال ہوگا: "مَن نَبِيك؟": یہ ہوگا نا؟ تو جن کے بارے میں سوال ہوگا کیا اُن کو بھی آزمایا جائے گا؟ نا ممکن ہے! کتنی علمی بات پیاری بات ہے! (سبحان اللہ)۔

"فيقال للميت: من نبيك؟" (میت سے سوال کیا جائے گا: تمہارا نبی کون ہے؟) "فهم مسؤول عنهم" (ان سے سوال کیا جائے گا) "وليسوا مسؤولين" (نا کہ اُن سے سوال کیا جائے گا)، یعنی اُن کے تعلق سے سوال کیا جائے گا نا کہ اُن سے سوال کیا جائے گا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "إِنَّهُ أوحِيَ إِلَيَّ" (مجھے وحی کے ذریعے یہ خبر ملی ہے (وحی کی گئی ہے)) "أَنَّكُم تُفتنون فِي قُبُورِكُم" (کہ تمہاری آزمائش ہوگی تمہاری قبروں میں)؛ اور یہ خطاب کس کے لیے ہے؟ امت کے لیے ہے، اور خود رسول اس میں (علیہ الصلاۃ والسلام) داخل نہیں ہے۔

تو پہلی قسم کے لوگ جو عذاب کے فتنے سے مستثنیٰ ہیں کون ہیں؟ الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔

دلائل کیا ہیں؟

دو وجوہات ہیں: (۱) ایک تو شہید: "وَقَالَ: كَفَى بِبَارِقَةِ السيوف عَلَى رَأسه فِتنَة": کہ تلوار کی چمک جو ہے وہ اس کے سر پر جب آئی تو وہی اس کے لیے کافی فتنہ ہے کافی آزمائش ہے، جو اِس میں کامیاب ہو گیا ہے تو اُس میں بھی اس کی کامیابی ہے کہ قبر کے سوال سے بھی بچ گیا ہے۔ (۲) پھر دوسری وجہ کیا ہے؟ کہ انبیاء (علیہ الصلاۃ والسلام) کا درجہ شہداء سے افضل ہے، جب شہداء سے نہیں پوچھا جائے گا قبر کی آزمائش نہیں ہو گی تو پھر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام من باب اولیٰ ہیں۔

2- دوسری قسم ہے: "الصديقون" (جو صدیق ہیں ان سے بھی سوال نہیں کیا جائے گا): کیوں؟ کیونکہ ان کا درجہ اونچا ہے۔ کس سے اونچا ہے؟ شہداء سے اونچا ہے: (۱) انبیاء۔ (۲) صدیقین۔ (۳) شہداء، تیسرے نمبر پر ہیں؛ (النساء: 69) سبحان اللہ۔

تو صدیقین کا درجہ جب شہداء سے بڑا ہے اور افضل ہے تو پھر اُن سے بھی نہیں سوال کیا جائے گا۔

اگر شہداء سے نہیں سوال کیا جائے گا فتنہ نہیں ہو گا تو پھر: "فالصديقون من باب أولى" من باب اولیٰ ہے؛ اور صدیق کا وصف یہ ہے جیسے ابھی آپ کہہ رہے ہیں: "مصدِّق وصادق": یہ صفت ہے اُس کی، تو اُس کی سچائی کو اُس کی دنیا میں ہی پرکھ لیا گیا ہے اس لیے اُس کی آزمائش کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آزمائش اُس سے لی جاتی ہے جس میں شک وشبہ ہو کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے، اگر اس سے سچ ثابت ہو جائے تو پھر اس کی آزمائش کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اور بعض علماء کا یہ قول بھی ہے کہ صدیقین سے بھی سوال ہو گا "لعموم الأدلة، والله أعلم"۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شہداء پھر صدیقین اور انبیاء تو یعنی شیخ صاحب کے نزدیک یہ قول راجح سمجھا گیا ہے کہ صدیقین بھی اس فتنے سے مستثنیٰ ہیں۔

3- جو قبر کے فتنے سے مستثنیٰ ہیں: "الشهداء": یہ وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کیا ہے اِن سے سوال نہیں ہو گا کیونکہ اِن کا سچ جو ہے ان کے ایمان اور جہاد سے ظاہر ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ التوبہ آیت نمبر 111 میں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ﴾ (بے شک اللہ تعالیٰ نے خرید لیں مومنوں سے اُن کی جانیں)

﴿وَاَمۡوَالَهُمۡ﴾ (اور اُن کے مال بھی) ﴿بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَـنَّةَ﴾ (کہ اُن کے لیے جنت ہے)؛ خرید و فروخت میں کیا ہوتا ہے لین دین ہوتا ہے نا؟ تو اُن کی جان اور مال اللہ تعالیٰ نے لے لیا اور اُن کو کیا دیا اللہ تعالیٰ نے؟ جنت دی ہے۔ ﴿يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾

(قتال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں) ﴿فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ﴾ (وہ قتل بھی کرتے ہیں اور قتل بھی ہو جاتے ہیں) إلي آخر الآية۔

دوسری دلیل سورۃ آل عمران آیت نمبر 169 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ١٦٩؁﴾ (اور یہ کبھی نہ سمجھیں کہ جو قتل ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے ربّ کے ہاں اُن کو رزق دیا جاتا ہے)۔

اور شیخ صالح الفوزان (حفظہ اللہ) اس میں بڑی پیاری بات فرماتے ہیں ایک علمی بات ہے کہ یہ جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور اُن کو مشکل کشا مانتے ہیں، یا اپنی حاجتیں اُن کو پیش کرتے ہیں اور سامنے رکھتے ہیں اور اُن کو پکارتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، تو شیخ صاحب فرماتے ہیں:

تو کسی شخص موحد نے اُن سے کہا کہ کیوں تم ان سے مانگتے ہو؟! کہتے ہیں: "کیونکہ یہ مشکل کشا ہیں یہ دیتے ہیں" اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کی فرمایا ہے قرآن مجید میں ﴿عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ یا ''يُرْزِقُوْنَ''؟ وہ رزق دیتے ہیں یا رزق اُن کو دیا جاتا ہے مرنے کے بعد؟ دیا جاتا ہے نا؟ وہ خود رزق کے محتاج ہیں۔ جو خود محتاج ہو تو کسی اور کو کیا دے سکتا ہے؟! (سبحان اللہ)۔ پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں اور حدیث میں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ''كَفَى بِبَارِقَةِ السيوف عَلَى رَأسه فِتنَة'': اور اس حدیث میں جو مرابط ہے (جو چوکیداری کرتا ہے مسلمان ممالک کی) جب وہ مر جاتا ہے تو پھر وہ فتنے سے بچ جاتا ہے کیونکہ اس کا سچ واضح ہو جاتا ہے اور ظاہر ہو جاتا ہے۔

اور اسی طریقے سے جو میدان جنگ میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں مار دیا جاتا ہے (قتل کیا جاتا ہے) یہ بھی اُسی جیسا ہے بلکہ اُس سے بڑے درجے میں ہے (کیونکہ ایک شخص چوکیداری کرتا ہے ایک جگہ پر ہے، دوسرا شخص خود جاتا ہے میدان جنگ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیونکہ وہ خود گیا ہے اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کا جو دشمن ہے اس کا سامنا کیا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمہ توحید کی سربلندی کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لیے اور یہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس کا ایمان جو ہے وہ سچا ہے۔

4-"المرابطون": یہی ہیں رباط کرنے والے جو چوکیداری کرنے والے ہیں ان کا بھی فتنہ، آزمائش نہیں ہوگی قبر میں، صحیح مسلم میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ"((پیاری حدیث ہے)ایک دن کا رباط(چوبیس گھنٹے کا رباط، چوکیداری جو ہے)وہ ایک مہینے کے روزے اور قیام سے بہتر ہے) "وَإِنْ مَاتَ"(اور اگر وہ مر جاتا ہے)"جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ"(اس کا وہی عمل جاری کیا جائے گا جو وہ کیا کرتا تھا)"وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ"(اور اس کا رزق بھی جاری کر دیا جائے گا اور فتنے سے بچا لیا جائے گا)۔

فتنے سے مراد کیا ہے؟ قبر کا فتنہ، قبر کی آزمائش۔

دیکھیں کتنی چیزیں ہیں اور اُس نے صرف اگر چوبیس گھنٹے چوکیداری کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں مسلمان کے دین، جان مال، خون، عزت کی حفاظت کرتے کرتے اُجر کتنا ہے ایک دن کا؟ ایک مہینے کا صیام اور قیام۔

اس لیے بعض بھائی ایک سوال بھی کر رہے تھے کہ بعض اوقات فجر کے بعد درس ہوتا ہے پھر ہم نے اشراق کی نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے، پھر اگر ہم درس پر جاتے ہیں تو اشراق کی نماز چھوٹ جاتی ہے تو کیا کرنا چاہیے؟

اس میں ایک قاعدہ یاد رکھیں: عبادات جب ہم تقسیم کرتے ہیں ایک قسم یہ بھی ہے: (۱) ایک عبادت ذاتی ہے۔(۲) ایک متعدی ہے؛"ذاتی" جو آپ کے حق تک محصور ہے، "متعدی" جس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے۔

اگر وقت کم ہو جائے اور دونوں میں ایک کرنا پڑے تو کون سا کرنا چاہیے متعدی یا ذاتی؟ متعدی۔ کیوں؟ کیونکہ جو ذاتی ہے اس کا اُجر صرف آپ کی حد تک محصور ہے۔ جو متعدی ہے اس کا اُجر آپ کو نہیں ملے گا؟ متعدی کا آپ کو پہلے ملے گا پھر اس کا جو دوسری طرف ہے لوگوں کے لیے جو اُس میں خیر ہے اُس میں بھی آپ کو اُجر ملے گا؛ تو اس میں دُگنا اُجر ہے۔

اس لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: کیا میں صلاۃ القیام رات میں پڑھتا رہوں یا طلب علم کے لیے وقت نکالوں؟ (یعنی دو چیزیں ہیں کہ تو صلاۃ اللیل پڑھ سکتا ہوں تو علم کے لیے وقت کم ہو جاتا ہے دن میں)؛ فرمایا: "طلب علم جو ہے وہ زیادہ حق ہے"۔ کیوں؟ کیونکہ جو نماز پڑھتا ہے تو اپنے لیے پڑھتا ہے لیکن جو طلب علم ہے متعدی ہے کہ نہیں؟ خود بھی عمل کرے گا اور دوسروں کو بھی پہنچائے گا۔

تو اس لیے آپ یاد رکھیں کہ ہمیشہ ہونا کیا چاہیے؟ "أجراً من الحسنيين" قاعدہ یہ ہے: دو بھلائیاں ہیں دونوں کو جمع کر سکتے ہیں تو دونوں پر عمل کریں، اگر دونوں پر نہ کیا جا سکے تو جو متعدی ہے اسے مقدم کیا جاتا ہے۔

اور یہاں پر دیکھیں کہ صیام اور قیام ہے ایک مہینے کا گھر میں کرنا ہے، یا ایک دن اور رات رباط فی سبیل اللہ کرنا ہے (چوکیداری کرنی ہے) کیا افضل ہے؟ یہ "رباط فی سبیل اللہ "۔ملے گا کیا؟ رات کا صیام اور قیام آپ کو چوبیس گھنٹے میں مل گیا ہے، پھر اگر وفات ہو جاتی ہے تو جو آپ نیک عمل کر رہے تھے وہ جاری رہے گا قیامت کے دن تک، اس کا اُجر مسلسل جاری رہے گا کیونکہ اُسی خیر میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

اور پھر اس کے ساتھ: ''وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ'': اس کا رزق بھی جاری کر دیا جائے گا (خیر مسلسل اسے حاصل ہوتا رہے گا)۔

اور سب سے بڑی بات: ''وَأَمِنَ الْفَتَّانَ: فتنے سے بچا لیا جائے گا (بچ جائے گا)۔

5- پانچویں نمبر پر جو لوگ مستثنیٰ ہیں قبر کے فتنے سے: ''الصغار والمجانین'' (چھوٹے بچے اور پاگل جو ہیں): کیا اِن کی آزمائش ہو گی کہ نہیں ہو گی قبر میں، امتحان ہو گا کہ نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں): کہ ان کی آزمائش ہو گی قبروں میں کیونکہ عموم میں داخل ہیں کیونکہ اگر زندگی میں ان سے تکلیف ساقط ہو گئی ہے تو مرنے کے بعد معاملہ جو ہے وہ مختلف ہوتا ہے دنیا سے۔

لیکن بعض علماء نے یہ کہا ہے: کہ ان کو آزمایا نہیں جائے گا نہ ہی اِن سے سوال ہو گا قبر میں کیونکہ وہ غیر مکلف ہیں، جب غیر مکلف ہیں تو ان کے اوپر کوئی حساب نہیں ہے، اور جس کا حساب نہیں ہے یعنی کوئی گناہ ثواب کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی غلطی بھی کر لی ہے تو ان کو پھر دنیا میں کوئی سزا نہیں دی جاتی تو ان کے لیے صرف ثواب ہی ہے اگر نیک عمل کرتے ہیں تو ان کو ثواب دیا جاتا ہے، اگر کوئی گناہ ہوتا ہے تو ان کو پھر سزا نہیں ہوتی۔

بہر حال؛ اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ غالباً اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ بچے اور پاگل جو ہیں یہ بھی مستثنیٰ ہیں قبر کی آزمائش سے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''النَّاسَ'' سے مراد (یعنی جو فتنے سے یا قبر کی آزمائش سے بچیں گے) پانچ قسم کے لوگ ہیں کون ہیں؟ ''الأنبياء ، والصديقون ، والشهداء ، والمرابطون، ومن لا عقل له، كالمجانين والصبيان'': انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں، صدیقین ہیں، شہداء ہیں، "مرابطون" جو چوکیداری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں، اور جو بے عقل ہیں جیسا کہ پاگل اور بچے (یہ شامل نہیں ہیں)۔

پھر تنبیہ ہے کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مومن ہیں (خالص مومن)۔ (۲) دوسری قسم کے منافق ہیں۔

اوران دونوں قسم کے لوگوں سے آزمائش ہوگی قبر میں۔

(۳) جو تیسری قسم کے لوگ ہیں کافر جو ہیں؛ تو ان کے فتنے میں اختلاف ہے، اورابن القیم رحمہ اللہ نے اس بات کی ترجیح دی ہے کہ کافروں کو بھی قبر میں آزمایا جائے گا اور سوال کیا جائے گا (یعنی کافر اس میں شامل ہیں)۔

جبکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس میں شامل نہیں ہیں کیونکہ کافر ہے تو اسے کیا آزمایا جائے گا؟! لیکن یہ قول راجح ہے کہ ان کو بھی آزمایا جائے گا۔

سابقہ امتوں سے سوال ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ یہیں پر رُکتے ہیں یہیں سے اگلے درس کا آغاز کریں گے (ان شاءاللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ سابقہ امتوں سے سے سوال ہوگا کہ نہیں؟ اس کے بارے میں ان شاءاللہ اگلے درس میں بات کریں گے تفصیل کے ساتھ۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (074.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio